Dareecha-e-Tahqeeq

دریچۂ تحقیق

ISSN PRINT 2958-0005 ISSN Online 2790-9972

VOL 5, Issue 3

www.dareechaetahqeeq.com dareecha.tahqeeq@gmail.com

عنایت الرحمان

پی ایچ ڈی، سکالر اُردو الحمد اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد

ڈاکٹر محمد ناصر آفریدی

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، الحمد اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد

افکار اقبال اور فلسفہ تعلیم

Anayat Ur Rehman

P.hd Schoar,Urdu Al-Hamd Islamic University, Islamabad

Dr. Muhammad Nasir Afridi

Assistant Professor, Department of Urdu Al-Hamd Islamic University, Islamabad

Iqbal's Philosophy of Education in the Contemporary Context

Iqbal's philosophy of education remains highly relevant in the modern era, addressing challenges like identity crises, moral decline, and the need for intellectual rejuvenation. His educational thought combines traditional values with modern principles, offering a balanced approach to individual and societal development. Here’s how his philosophy aligns with contemporary needs. He believed education should enable individuals to realize their potential and build a strong personal identity. He envisioned education as a tool for cultivating character and fostering a sense of higher purpose. Iqbal advocated blending Islamic teachings with modern scientific knowledge. This approach remains crucial as many societies struggle to balance cultural heritage with technological advancements.

Keywords: highly relevant, modern era, moral decline, intellectual rejuvenation, personal identity, cultivating character, technological advancements.

کلیدی الفاظ: فطرت ، ظاہری تقلید، تجربات و مشاہدات، نہاں خانے، مٹی کی خوشبو، مخصوص وضع کے مسافر، شخصیت کی تشکیل، عملیت پسندی، تسخیر کائنات۔

علامہ محمد اقبال پیشہ ورانہ معنوں میں معلم نہیں تھے لیکن ایک شاعر اور فلسفی کے طور پر انہوں نے ایسے خیالات اور نظریات کا ورثہ چھوڑا ہے جو معلمین کے لیے مفید اور نوجوان نسل کے لیے باعثِ تحریک ہیں۔اقبال کے نظریات کی مکمل تفہیم کے لیے مسلم ورثے کا مناسب علم ضروری ہے۔ وہ برصغیر کے وہ مسلم مفکر تھے جنھوں نے جدید سائنس اور مغربی فلسفیانہ سوچ کی اہمیت کو تسلیم کیا۔اقبال نے نہ صرف جدید سائنسی علوم کی اہمیت پر زور دیا بلکہ اُن کے نزدیک قرآن مجید کی تعلیمات کے مطابق انسان کا حق ہے کہ وہ سائنسی ترقی کے ذریعے فطرت کو مسخر کرے۔اقبال نے انسان کے اس حق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ انسان پر فرض ہے کہ وہ خدا کی نشانیوں پر غور کرے اور اس طرح فطرت کو مسخر کرنے کے ذرائع دریافت کرے اور اسے حقیقت میں بدل دے۔اگرچہ اقبال نے مغربی تہذیب پر شدید تنقید کی ہے، لیکن وہ سائنس اور جدید علم کے میدان میں اس کی کامیابیوں کے معترف بھی ہیں۔اقبال اپنے مشہور کلام "جاوید نامہ" میں فرماتے ہیں :

قوّتِ مغرب نہ از چنگ و رباب

نے ز رقصِ دخترانِ بے حجاب!

نے ز سحرِ ساحرانِ لالہ رُوست
نے ز عریاں ساق و نے از قطعِ موست
محکمیِ او را نہ از لادینی است
نے فروغش از خطِ لاطینی است
قوتِ افرنگ از علم و فن است
از ہمیں آتش چراغش روشن است
حکمت از قطع و بریدِ جامہ نیست
مانعِ علم و ہنر عمامہ نیست!
علم و فن را اے جوانِ شوخ و شنگ
مغز می باید نہ ملبوسِ فرنگ

ترجمہ:

"مغرب کی طاقت نہ تو چنگ و رباب سے ہے،
نہ بے حجاب لڑکیوں کے رقص سے۔
نہ لالہ رخ جادوگروں کے سحر سے،
نہ عریاں ٹانگوں اور کٹے ہوئے بالوں سے۔
اس کی مضبوطی بے دینی سے نہیں،
نہ اس کی عظمت لاطینی زبان سے ہے۔
مغرب کی طاقت سائنس اور ٹیکنالوجی سے ہے،
اور اسی آگ سے اس کا چراغ روشن ہے۔
حکمت کپڑے کے تراشنے سے نہیں،
نہ علم و ہنر عمامے میں پوشیدہ ہے۔
اے جوانِ شوخ و شنگ!
علم و ہنر کے لیے دماغ کی ضرورت ہے،
نہ کہ مغربی لباس کی۔
اس راستے میں صرف گہری نظر درکار ہے(1)

اقبال یہاں مغرب کی کامیابیوں کو سراہتے ہوئے یہ پیغام دیتے ہیں کہ اصل قوت لباس یا ظاہری تہذیب میں نہیں بلکہ علم، سائنس اور تحقیق کی گہرائی میں مضمر ہے۔ وہ مسلم نوجوانوں کو یہی تلقین کرتے ہیں کہ وہ ظاہری تقلید کے بجائے علم و فن میں مہارت حاصل کریں۔ اقبال اپنے کلام میں بار بار یہ پیغام دیتے ہیں کہ حکمت اور علم کی بنیاد لباس یا ظاہری تراش و خراش پر نہیں ہوتی۔ اگرچہ مغربی ترقی کا کوئی پہلو بھی ایسا نہیں ہے جس پر اسلامی تمدن کے فیصلہ کن اثرات نمایاں نہ ہوں۔ اس کی توانائی کے اصل الاصول یعنی طبیعی سائنس اور سائنسی اصول کے میدان میں جتنا واضح اور مہتم بالشان اثر ہے ویسا اور کہیں نظر نہیں آتا اور یہی وہ اثر ہے جس پر عصری دنیا کی مستقل امتیازی قوت اور فتوحات عظیم کے وسائل کا انحصار ہے۔ اقبال کے مطابق ہمیں روحانی ترقی اور دنیاوی ترقی کے درمیان حد بندی نہیں کرنی چاہیے جیسا کہ آج کے دور میں ہو رہا ہے۔ ان کا ماننا ہے کہ یہ دونوں ایک ہی مسئلے کے مختلف پہلو ہیں اور ان کے ذریعے اللہ ہمیں آزما رہا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر ایسا نہیں ہے تو قرآن مجید، جو سب سے زیادہ سائنسی کتاب ہے، کیوں تخلیقیت پر زور دیتا ہے؟۔ اُن کے مطابق:

"انسان خود قرآن حکیم کے مطابق اپنی اصل میں ایک تخلیقی فعالیت ہے، ایک ارتقا کوش روح ہے۔ جس کا صعودی سفر ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف جاری رہتا ہے"۔(2)

اقبال کے اس مؤقف سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ قرآن کی تعلیمات کو سائنسی اور تخلیقی نقطہ نظر سے جوڑتے ہیں۔ اقبال، بطور شاعر، اسلام کی تعلیمات کو ایک نئی سمجھ اور تشریح فراہم کرتے ہیں۔ انہیں نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کی طرف دو بنیادی عقائد کی بنا پر کشش تھی: روحانی اور دنیاوی دونوں پہلوؤں کو ساتھ لے کر چلنے کا توازن۔ علم اور تخلیقیت پر زور، جو قرآن مجید کی تعلیمات میں نمایاں ہیں۔ اقبال کا فلسفہ ہمیں سکھاتا ہے کہ تعلیم صرف علم کے حصول تک محدود نہ ہو، بلکہ یہ روحانی بیداری، فکری ترقی، اور دنیاوی کامیابی کے لیے ایک متوازن راستہ فراہم کرے۔

علامہ اقبال سمجھتے تھے کہ انسانوں کے درمیان اصل اتحاد صرف انسانیت کا بھائی چارہ ہے جو نسل، قومیت، رنگ یا زبان سے بالاتر ہے۔ انہوں نے تنگ قوم پرستی کو رد کیا اور کہا کہ صرف قوم پرستی جو دوسری قوموں کی سمجھ کے بغیر ہو، جنگوں اور تنازعات کا باعث بنتی ہے۔ ان کا یہ نظریہ انسانیت کی عالمی یکجہتی کی حمایت کرتا تھا۔ اقبال نے تنگ نظری اور قوم پرستی کی مخالفت کی۔ ان کے مطابق صرف ایک ہی سچائی ہے، اور وہ ہے انسانوں کی بھائی چارہ، جو قومیت، نسل، زبان یا رنگ سے بلند تر ہے۔ اقبال نے فرد کی صلاحیت پر پختہ یقین رکھا اور اسے اعلیٰ ترین ترقی تک پہنچنے کا حق دیا۔ ان کا کہنا تھا کہ انسان کا ایمان، اس کی ثقافت اور تاریخی روایات وہ چیزیں ہیں جن کے لیے انسان کسی بھی چیز کی قربانی دے سکتا ہے۔ اقبال کے مطابق حقیقی علم فکری عمل کے بجائے اثرات (affective) کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔

اقبال کے نزدیک دنیا ایک حقیقت ہے اور زندگی کا ایک مقصد ہے جسے پورا کرنا ضروری ہے۔ ان کا یہ یقین تھا کہ ہر انسان کے اندر ایک سپر مین (شاہین) چھپا ہوتا ہے، جو مسلسل محنت کر کے ایک بہتر دنیا بنانے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ اقبال کا فلسفہ انسانیت، قوم پرستی اور فرد کی ترقی پر زور دینے کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتاتا ہے کہ ہم سب کو ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور بھائی چارہ کے اصول پر عمل کرنا چاہیے تاکہ ہم ایک بہتر دنیا کی تشکیل کر سکیں۔

اقبال کا فلسفہ "خودی" یورپ میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد واضح ہوا جسے انہوں نے خودی کی قوت اور جستجو کے طور پر پیش کیا۔ "خودی" ایک خود مختار ارادے کو ظاہر کرتا ہے جو اخلاقی اقدار سے معمور ہوتا ہے۔ اقبال کے مطابق، خودی انسان کی وہ قوت ہے جو اس کی شخصیت کی تعمیر کرتی ہے اور اس کے اندر عزم، خود اعتمادی اور فکری ترقی کی جستجو کو ابھارتی ہے۔ اقبال کے خیال میں خودی کی قوت ابتدائی طور پر "ایگو" یعنی نفس کی سطح تک محدود ہو سکتی ہے، مگر جب اس کی اخلاقی تربیت ہوتی ہے، تو یہ "سپر ایگو" یعنی اعلیٰ نفس میں تبدیل ہو جاتی ہے جو انسان کو اعلیٰ اخلاقی اصولوں کے تحت زندگی گزارنے کی ترغیب دیتی ہے۔ انہوں نے انسانوں کو ہمیشہ کمال کی طرف بڑھنے کی ترغیب دی۔ ان کے مطابق، انسان کو "فخر" یعنی اس فخر کے احساس کو حاصل کرنا چاہیے جو بلند ترین محنت اور کوشش سے حاصل ہو۔ انسان کو مادی فوائد کی بجائے انسانیت کی بھلائی کے لیے کام کرنا چاہیے۔ اقبال کے مطابق وہ غریب شخص جو انسانیت کی بہتری کے لیے کام کرتا ہے وہ حقیقت میں ایک "دولت مند" شخص ہوتا ہے، کیونکہ اس کی زندگی میں اصل قیمت انسانیت کی خدمت ہے۔ اقبال کے فلسفے میں انسانی ذہن کی مسلسل تحریک اور اندرونی کشمکش کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔ ان کے مطابق اگر انسان کو کچھ بڑا حاصل کرنا ہے تو اسے کسی سکون یا آرام کی حالت میں نہیں رہنا چاہیے۔ اقبال نے "اسرارِ خودی" میں لکھا ہے:

"شخصیت کا تصور ہمارے سامنے قدروں کا معیار پیش کر دیتا ہے اور خیر و شر کے مسئلہ کو طے کر دیتا ہے۔ جو شے شخصیت کو استحکام بخشے اچھی ہے اور جو اس کو کمزور کرے بری ہے"۔(3)

اقبال کے مطابق تعلیم کا اصل مقصد طالب علم کی شخصیت کی تشکیل ہے۔ تعلیمی عمل میں اخلاقی تربیت اور کردار سازی پر زور دینا ضروری ہے۔ اقبال اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ وہ اساتذہ جو خود ایک مضبوط کردار رکھتے ہیں، انہیں کبھی بھی مایوس ہونے کی ضرورت نہیں، کیونکہ ان کا کردار ہی ان کے طلبا کے لیے ایک بہترین رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اقبال کا فلسفہ تعلیم خودی کمال اور انسانی کشمکش کے بارے میں ہے جو انسان کی داخلی طاقت کو اجاگر کرتا ہے۔ ان کے مطابق، تعلیم کا مقصد صرف معلومات دینا نہیں بلکہ انسان کی شخصیت کی تشکیل اور اس کے اخلاقی معیار کو بلند کرنا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ان کے فلسفے میں انسانیت کی خدمت اور دنیا کے مفاد میں کام کرنے پر بھی زور دیا گیا ہے۔ اقبال سچائی، خوبصورتی اور اچھائی کو روحانیت خیال کرتے ہیں۔ یہ تینوں اقدار انسان کی فکری، جمالیاتی اور اخلاقی سرگرمیوں کا تعین کرتی ہیں۔

اقبال بھی ان اقدار کو اہمیت دیتے تھے اور ان کی شاعری اور فلسفے میں ان تینوں پہلوؤں کا احاطہ کیا گیا ہے۔ وہ سچائی کو اہمیت دیتے تھے کیونکہ یہ علم کا سرچشمہ

ہے۔خوبصورتی کو قدر دیتے تھے کیونکہ یہ انسان کی روح کو جلا بخشتی ہے اور اچھائی کو اہمیت دیتے تھے کیونکہ یہ انسانیت کے لیے صحیح راستہ دکھاتی ہے۔علامہ اقبال کا فلسفہ تعلیم کا اصل مقصد فرد کی بہترین صلاحیتوں کو اجاگر کرنا اور انسانیت کی خدمت کے لیے علم حاصل کرنا ہے۔انہوں نے سیاست میں بھی طلبا کو اپنے علم اور کردار کو بہتر بنانے کی ترغیب دی تاکہ وہ ایک بہتر دنیا کی تشکیل میں کردار ادا کر سکیں۔اقبال کے فلسفہ تعلیم کو درج ذیل پہلوؤں کے ذیل میں دیکھا جاسکتا ہے۔

فکری سرگرمیاں :زبان،ادب،ریاضی،سائنس،تاریخ اور جغرافیہ۔

جمالیاتی سرگرمیاں :فنون اور شاعری۔

اخلاقی سرگرمیاں :مذہب،اخلاقیات اور مابعد الطبیعات۔

درج بالا پہلوؤں میں توازن رکھنا ضروری ہے تاکہ ایک ہم آہنگ اور مکمل شخصیت کی تعمیر ہو سکے۔اقبال کے فلسفہ تعلیم میں عملیت پسندی (Pragmatism) کو بھی نمایاں حیثیت حاصل ہے۔یہ ایسا نظریہ ہے جو حقیقت میں عملی کاموں کو زیادہ اہمیت دیتا ہے۔اس کے مطابق عمل کو پہلے اہمیت دی جاتی ہے اور نظریہ بعد میں آتا ہے۔اقبال کے نزدیک انسانی تجربہ سب سے قیمتی چیز ہے جو یہ فیصلہ کرتا ہے کہ حقیقت کیا ہے،اچھائی کیا ہے اور برائی کیا ہے۔اُن کا درج ذیل مشہور و معروف شعر اس کی واضح مثال ہے:

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے(4)

عملیت پسندی کے مطابق،کچھ بھی قطعیتاً اور ہمیشہ کے لیے ثابت نہیں ہوتا۔انسان اپنے اعمال کے دوران اپنی قدریں تخلیق کرتا ہے اور یہ سب انسانی تجربے سے ثابت ہوتے ہیں۔ان کے نزدیک کوئی ایک حقیقت یا سچائی نہیں ہوتی بلکہ اس کے بجائے کئی سچائیاں اور کئی حقیقتیں ہوتی ہیں جو انسان کے تجربے کے ساتھ مسلسل بنتی رہتی ہیں۔انسان اپنے تجربات کی بنیاد پر ان حقیقتوں کو دریافت کرتا ہے۔ایک عملیت پسند عملی اور افادی فلسفے،اخلاقیات اور تعلیم پر یقین رکھتا ہے۔اس کے مطابق انسان کے لیے سب سے ضروری چیز اس کا تجربہ اور اس کا عمل ہے جو اسے حقیقت کو سمجھنے اور اس کے مطابق عمل کرنے میں مدد دیتا ہے۔ اس فلسفے کے مطابق ہر انسان کا تجربہ اس کی حقیقت کو دریافت کرنے کا سب سے اہم ذریعہ ہے۔
اقبال کا فلسفہ تعلیم اور زندگی میں عملیت پسندی کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔اُن کے مطابق انسان کی ترقی اور تعلیم کا مقصد صرف نظریات کو سمجھنا نہیں بلکہ عملی طور پر ان کو اپنے تجربات اور سرگرمیوں کے ذریعے حقیقت میں ڈھالنا ہے۔اقبال کے فلسفے میں انسان کے تجربے،حقیقت کی دریافت اور اخلاقی اقدار کی ترقی پر زور دیا گیا ہے جو زندگی کے مقصد کو مکمل کرتی ہیں۔

اقبال کا نظریہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ انسان میں اپنی محیط کو اپنے مطابق ڈھالنے کی طاقت ہوتی ہے۔انسان اپنے لیے بہتر ماحول پیدا کر سکتا ہے اور ہمیشہ اپنی حالت کو بہتر بنانے کے لیے کام کر سکتا ہے۔اقبال بھی لوگوں کو یہی نصیحت کرتے ہیں کہ وہ روایات کی پیروی نہ کریں،بلکہ ہمیشہ کچھ نیا تخلیق کرنے کی کوشش کریں۔اقبال کے نزدیک انسان کی تخلیقی صلاحیت اس کی ترقی کا اصل وسیلہ ہے۔اقبال کے فلسفے کے مطابق یہ دنیا بدل رہی ہے اور ہر چیز بدلنے کے قابل ہے،کچھ بھی ہمیشہ کے لیے سچ یا اچھا نہیں رہ سکتا۔اقبال کا فلسفہ علم دنیا کی تبدیلی اور انسان کی تخلیقی صلاحیتوں پر مرکوز ہے۔اقبال کا کہنا تھا کہ انسان کو روایات سے باہر نکل کر کچھ نیا تخلیق کرنے کی ضرورت ہے۔دنیا میں ہر چیز بدلتی رہتی ہے اور انسان کو اس تبدیلی کا حصہ بننا چاہیے۔وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ انسان کو اپنے تجربات اور عمل کے ذریعے اپنی حقیقت اور ماحول کو بہتر بنانا چاہیے۔

اقبال مشرقی و مغربی علوم سے واقف تھے اور مختلف اقوام کے عروج و زوال سے بھی باخبر تھے۔وہ ملی ترقی کی بنیاد فرد کی ترقی تصور کرتے تھے۔انہوں نے اپنے خطبات،نثر اور کلام میں علم کی افادیت پر زبردست دلائل دیے۔اُن کے مطابق علم کی وجہ سے ہی انسان اپنی زندگی بہتر اور خوشگوار بنا سکتا ہے۔اُن کے نزدیک علم تسخیر کائنات اور انسانی عظمت کا اہم ذریعہ ہے۔وہ انسانی ارتقا اور برتری پر فخر کرتے ہیں:

عروج آدم خاکی کے منتظر ہیں تمام
یہ کہکشاں،یہ ستارے،یہ نیلگوں افلاک(5)

علامہ اقبال باطنی مشاہدات کو بھی ایک اہم ذریعہ علم خیال کرتے ہیں۔ باطنی مشاہدات میں قلبی واردات اور روحانی تجربات اہم ہیں۔ وہ مظاہر فطرت کو بھی حصول علم کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ انہوں نے اپنے فلسفہ علم میں کائنات کے گہرے مطالعے اور مشاہدے کی دعوت دی ہے۔ اُن کے مطابق علم کے بغیر کائنات سے مضبوط تعلق استوار نہیں ہو سکتا۔ جب ہم کائنات کو حقیقی اور اہم تصور کریں گے تو ہی اس کے اسرار و رموز جاننے کی خواہش کر سکتے ہیں۔ علم کی بدولت ہی خدا اور اس کی بنائی ہوئی کائنات سے نشانیاں دیکھ سکیں گے۔

حوالہ جات

1۔ علامہ اقبال، ڈاکٹر، جاوید نامہ، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، 1982ء، ص: 209

2۔ وحید عشرت، تجدید فکریات اسلام (علامہ اقبال کے انگریزی خطبات کا اردو ترجمہ)، اقبال اکادمی پاکستان، 2002، ص:26

3۔ محمد یوسف خان سلیم چشتی، پروفیسر، شرح اسرا خودی، اقبال اکادمی، لاہور 1986ء، ص:17

4۔ علامہ اقبال، ڈاکٹر، کلیات اقبال، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، 1990ء، ص: 305

5- ایضاً، ص: 94۳